رکن: انجمن ادبی رسائل پاکستان

فاران کراچی

جلد: ۱۳ — شمارہ: ۴

ایڈیٹر:- ماہر القادری — جولائی ۱۹۶۱ عیسوی

ترتیب

فی پرچہ پچاس پیسے — مقامِ اشاعت:- دفتر فاران کیمبل اسٹریٹ کراچی ۱ — سالانہ: چھ ۶ روپے

پرنٹر پبلشر: مسرور حسین — مطبوعہ: مطبع سعیدی کراچی

مولانا ابوالجلال ندوی

سورۂ نمل تفسیر و تشریح

(۴)

اس نے بہتیرے نیک بختوں کو سمجھا بجھا کر حزب اللہ میں داخل کیا، اور السابقون الاولون کو خدا اور اس کے رسول کے دربار میں حاضر کیا، اسی طرح حضرت سلیمان کی بھی دعا قبول کی چنانچہ ہم آگے دیکھیں گے کہ انھوں نے ملکۂ سبا کو مسلمان کر لیا۔ اور قیاس خبر دیتا ہے کہ اس کے ساتھ قوم کے بھی بہتیرے افراد مسلمان بنے ہوں گے۔

لیکن چونکہ حضرت سلیمان نے یہ دعا نملہ کی بات سن کر کی تھی اس لئے یقیناً ان کی خواہش یہ رہی ہوگی کہ انمل اور باشندگان وادئ نمل کے حق میں کوئی کار خیر انجام دینے کی خدا توفیق عطا فرمائے۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول کر کے وادی نمل والوں کے لئے بھی کوئی کار خیر انجام دینے کی توفیق دی ہوگی۔ لیکن چونکہ اس کار خیر کا ذکر آیتوں میں نہیں ہے اور چونکہ زمانہ سلیمان علیہ السلام کی کوئی سبائی تحریر ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی ہے اس لئے وثوق کے ساتھ اس کار خیر کی نوعیت ہم نہیں بتا سکتے۔ آئندہ آیتوں میں ایک صرح ممرد کا ذکر آتا ہے جسے حضرت سلیمان نے تعمیر کرایا تھا اور سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ وہ صرح ممرد اسی وادی النمل میں رہا ہوگا۔ "صرح ممرد" کے آثار مل جائیں تو حقیقت سے کافی پردہ اٹھ سکتا ہے

نعمت اسلام سے نوازے جانے کا شکر اور خدا کو راضی کر دینے والے ایک نہ ایک عمل کی توفیق مانگنے کے بعد احقاف کے الانسان نے اپنی اولاد کے حق میں دعا کی حضرت سلیمان نے اپنی اولاد کے حق میں دعا نہیں کی کہ ان کو بھی اپنے صالح بندوں میں داخل کرلے۔ اولاد کی بجائے اپنے حق میں دعا کی کہ مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل کرلے۔ "اگر انھوں نے اس موقع پر اپنی اولاد کے حق میں دعا کی ہوتی تو شاہان بنی سلیمان کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی۔ حضرت سلیمان نے ایک موقع پر خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے ایسی حکومت بخشی جائے جو میرے بعد کسی اور کو نصیب نہ ہو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے جانشینوں کے لئے کسی وجہ سے وہ راضی نہ تھے کہ ان کو بطور میراث کے سلیمانی حکومت ملے انکو اندازہ تھا کہ ان کے جانشین اس قابل نہ تھے کہ ان کا شمار خدا کے صالح بندوں میں ہو، حضرت نوح کو غیر صالح اولاد کے حق میں دعا کرنے سے منع کر دیا گیا تھا حضرت سلیمان کو یہ بات معلوم تھی۔ اس لئے سورۂ احقاف کی آیت کے الانسان کی طرح انھوں نے اپنی ذریت کے حق میں دعا نہ کی۔ اس کی بجائے اپنی ذات کے لئے دعا کی کہ مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل کرلے

ہر پیغمبر صالح ہوتا ہے۔ پیغمبری کے لئے خداوند قدوس صالحین کو چنا کرتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ صالح ہوتا ہے اسی قدر زیادہ اسے اس بات کا خوف رہتا ہے کہ میں تو خطا اور نسیان کا پتلا ہوں۔ جو لوگ صالح نہیں ہوتے ہیں۔ یا کم درجہ کے صالح ہوتے ہیں ان کی نظر ہمیشہ اپنی خوبیوں پر ہوتی ہے۔ بات بات پر ان کا دل واہ رے میں بولا کرتا ہے اور یہ ذہنیت نیکوں میں بدی کا بیج ہوتی ہے اور عملوں کو برا بناتی ہے۔ مرد صالح جب اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے تو اس کی نظر ان کے نقائص ہی پر پڑتی ہے۔ نیکیوں کو تو وہ اوروں میں دیکھتا ہوا اپنے اندر وہ برائیوں کی ٹوہ لگاتا ہے۔ اگر باوجود کوشش اس کو اپنے اعمال میں کوئی خامی نظر نہیں آتی تو وہ اسے اپنے نفس کا فریب باور کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میرا گناہ گار دل مجھے میرے نقائص سے غافل کر رہا ہے۔ اس لئے وہ بے ساختہ خدا سے اپنے ہر قصور کی مغفرت مانگتا اور دعا کرتا ہے کہ مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل کرلے۔ صالح اور نیک ہونے کی بنیاد یہی ہے کہ انسان

اپنے آپ کو خطا کار خیال کرتے ہوئے ہمیشہ خدا کو راضی رکھنے کے درپے رہے۔ جو شخص اپنے آپ کو معصوم محض باور کر لیتا ہے۔ وہ عموماً غلطی پر لگ جاتا ہے۔ علاوہ بریں تقویٰ و صلاح اضافی امور ہیں۔ صالحین کے درجے متفاوت ہوتے ہیں۔ ہر صالح کی نظر خود سے برتر صالح پر ہوتی ہے۔ انبیا کے درجے بھی متفاوت ہوتے ہیں۔ نبی صالح اپنے آپ کو تقرب کے بلند سے بلند درجے پر دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ حضرت سلیمان نے صالح ہونے کے باوجود خدا سے دعا کی تھی مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل کر لے۔ حضرت سلیمان کی یہ دعا ہم مسلمانوں کو سبق دیتی ہے جن کو دوسروں میں تو گناہ اور خطا ہی دکھائی دیتی ہے۔ مگر خود کو وہ نہایت متقی اور حد درجہ پرہیزگار باور کرتے ہیں۔ ان کا یہ انداز فکر انبیا اور صالحین کے انداز فکر کا عین ضد ہوتا ہے۔

یہ دعا کہ مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل کر لے در اصل تتمہ ہے اس دعا کا کہ مجھے ایسا کوئی کام کرنے کی توفیق دے کہ جس سے تو راضی ہو جائے۔ ایک شخص اپنی افتاد طبع کے مطابق صالح ہوتا ہے، خدا اس کی افتاد طبع کے علم کی بنا پر اس سے راضی ہوتا ہے۔ اس کی رضا کا درجہ اس رضا سے کمتر ہے جو انسان کو اس کی عملی جد و جہد کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اچھا کام کرنے کے بعد انسان صالح ہو جاتا ہے۔ اللہ اس سے بھی راضی ہوتا ہے جو برائی سے بچتا ہے اس سے اور زیادہ راضی ہوتا ہے جو برائی سے بچنے کے بعد پے در پے ایسے اعمال انجام دیتا ہے جو خدا کو پسند ہوں۔ حضرت سلیمان کا مطلب یہ تھا کہ مجھے شکر نعمت اور اپنے نزدیک بہترین اعمال کی توفیق دے کر مجھے ایسے صالحین میں داخل کر لے جن سے تو ان کے اعمال کی خوبیوں کے سبب راضی اور خوش رہے۔ مجھے موقع دے کہ میں کوئی ایسا کام وادیٔ نمل اور سبا والوں کے حق میں انجام دوں جس کے انجام دینے کی وجہ سے میرا شمار تیرے صالح بندوں میں ہو سکے۔

نملہ نے اپنی قوم کو مشورہ دیا کہ عساکر سلیمان کے سامنے سے ہٹ جاؤ، اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزین ہو جاؤ، قوم نے اس کی بات مان لی حضرت سلیمان نے خوش ہو کر خدا سے دعا کی اور یہاں والوں کے حق میں کوئی نیک کام کرنے کی توفیق مانگی۔

وتفقد الطير فقال مالي لا ارى الهدهد ام كان من الغائبين لاعذبنه عذابا شديدا اولاذبحنه اوليأتيني بسلطن مبين

اور اس کے بعد پرندہ کی بابت دریافت کیا اور اس نے کہا کہ بات کیا ہے کہ ہدہد مجھے نظر نہیں آتا؟ ایسا تو نہیں کہ وہ غیر حاضر ہے۔ یقیناً میں اسے سخت سزا دوں گا۔ یا اسے ذبح ہی کر دوں گا یا اسے میرے حضور کوئی کھلی دلیل لانی ہوگی

نملہ کی بات سن کر ایک طرف تو حضرت سلیمان خوش ہو کر مسکرائے۔ دوسری طرف ان کو ہدہد پر غصہ آگیا۔ اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ اگر وہ اپنی بات کے موافق کوئی ثبوت پیش نہ کرے گا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ یا ذبح کر ڈالوں گا۔

تمہید میں خدا نے اس بات کا ذکر کیا کہ حضرت سلیمان کو پرندوں کی بولی کا علم یعنی فہم دیا گیا تھا۔ پھر ان آیتوں میں ہدہد کے ذکر سے پہلے تفقد الطیر فرما کر مزید توضیح فرمائی کہ ہدہد سے ایک چڑیا ہی مراد ہے۔ پھر آیت کے اندر لاذبحنہ استعمال فرما کر اور واضح فرما دیا کہ ہدہد ایسے جانور کا نام ہے جو ذبح کیا جاتا ہے۔ اگر وہ انسان ہوتا تو لاذبحنہ کی جگہ لاقتلنہ ہوتا ان قرائن کے باوجود عہد جدید کے بعض مفسرین اسے حضرت سلیمان کے معاصر ھدد بن ددد سے تطبیق دیتے ہیں۔ جو کہ حضرت سلیمان ؑ کے باغیوں میں سے تھا اور دمشق کا حکمران تھا۔ تمام عمر اسرائیل کا دشمن رہا۔ اس دشمن کو آپ کا خادم فرض کر کے اسے قرآن کے ہدہد سے تطبیق دینا کسی طرح درست اور قرآنی منشا کے مطابق نہیں ہے جس ملکہ سبا نے حضرت سلیمان سے ملاقات کی تھی بعض عربی روایتوں کے مطابق اس کے باپ کا نام ھدھد تھا اور یہ نام سبائی رسم خط میں ھدھد [illegible] صورت میں لکھا جا سکتا ہے ایسے [illegible] وجہ سے ممکن ہے [illegible] کو یہ شبہ ہوا کہ ہدہد کسی انسان کا نام ہوگا لیکن یہ فرض کرنے کے باوجود کہ اس نام کا کوئی شخص حضرت سلیمان [illegible] ہوتا ہے۔ قرآن کر

اشارات کی ہم تردید نہیں کر سکتے۔ ہدہد یقیناً ایک چڑیا کا نام ہے۔ ضروری نہیں کہ متداول عربی اور اردو میں جس چڑے کو ہد ہد کہا جاتا ہے قرآن میں بھی وہی چڑیا مراد ہو۔ قرآنی آیتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چڑیا بات سمجھتی تھی اور سمجھاتی تھی۔ حضرت سلیمان کی خفگی سے اور ان کے ایک قول سے جو آگے مذکور ہوگا، بظاہر ہے کہ انسان کی طرح اس کی بات جھوٹی بھی ہو سکتی تھی۔ وہ اپنی باتوں کو ثابت کرنے کے لئے دلیل بھی پیش کر سکتی تھی۔ اگرچہ صرف حضرت سلیمان اس کی بات سمجھ سکتے تھے۔ مگر اللہ نے اسے بات سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت بخشی تھی۔ حضرت سلیمان اس سے پیغام رسانی کبوتر کا بھی کام لیا کرتے تھے۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ ہدہد ان چڑیوں میں سے ایک پرندہ تھا جو انسانی بولیوں کو نقل کر سکتا ہے۔ کیونکہ آگے چل کر حضرت سلیمان اس کے ذریعہ ایک چٹھی ملکۂ سبا کے پاس بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس چٹھی کو ان لوگوں کی طرف ڈالدے پھر ان کے پاس سے ہٹ جا پھر دیکھ وہ کیا باتیں کرتے (جواب دیتے) ہیں۔"

هُدْهُدْ کا نام هَدْ هَدَ يَهْدِ هِدُ سے مشتق ہے۔ هَدْهَدَ البعير اونٹ بلبلایا هَدْ هَدَ الحمام کبوتر بولا هَدْ هَدَ ت الصَبِيَّ اُمُّه ماں نے تھپکی دے کر بچے کو سلایا (ایسے موقع پر عموماً مائیں لوریاں گاتی ہیں) هَدْ هَدْ جنات کی آوازیں۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ہدہد کے معنی ہیں بولنے والی چڑیا۔ ہے عربی محاورہ ہے فُلَانٌ اَبْصَرُ مِنْ هُدْهُدٍ یعنے فلاں شخص ہدہد سے زیادہ تیز نگاہ ہے۔ عربوں کا یہ گمان تھا کہ ہدہد زمین کے اندر بہتے ہوئے سوتے کو دور سے دیکھ لیتا ہے اس کی نظر زمین دوز ہوتی ہے۔ یہ خصوصیات اس چڑیا میں نہیں پائی جاتیں جسے اب ہدہد کہتے ہیں لیکن زمین دوز نگاہ رکھنے والی، کبوتر کی طرح بولنے والی اور انسانی کلام کو سمجھنے والی چڑیا جس کا ذکر قرآن میں ہدہد کے نام سے آیا ہے غالباً وہ معروف ہدہد کی شکل ہوگی۔ ضروری نہیں کہ وہ چڑیا اب بھی دنیا میں موجود ہو۔ کیونکہ چڑیوں کی بہت سی نسلیں معدوم ہو چکی ہیں۔ نعمان ابن الاسود حمیری کی طرف ایک طویل قصیدے کا ایک مصرع ہے ع

هُدْ هُدْ من طيور ارض بشام — ہدہد یمن کی چڑیوں سے ایک چڑیا ہے

اس سے ظاہر ہے کہ ارض بشام یعنی یمن کے علاوہ ہدہد کہیں اور نہیں پایا جاتا۔ بشام ایک درخت کا نام ہے جس سے خوشبو حاصل کی جاتی تھی۔ خوشبو کے لئے اس کی لکڑی جلائی جاتی تھی اور اس کے پتوں سے بالوں کو سیاہ کیا جاتا تھا۔ یہ چیز یمن ہی میں پائی جاتی تھی۔ حضرت سلیمان نے یمن ہی کی ایک چڑیا کو سدھا لیا تھا اور اس سے نامہ بری اور اطلاع دہی کا کام لیا کرتے تھے۔

جس وقت حضرت سلیمان نے ہدہد چڑیا کا پتہ پوچھا اور اس پر خفگی کا اظہار کیا ہدہد کہیں غائب نہیں تھا غصہ کی وجہ سے نظر نہیں آیا تھا۔ وہ حضرت سلیمان کی باتیں سن رہا تھا۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَقِينٍ — سو وہ رہا (گھڑی) دیر تک نہیں۔ پھر اس نے کہا مجھے خوب معلوم ہے جو آپ کو خوب معلوم نہیں اور میں آپ کے پاس (دانا کی نمل سے نہیں بلکہ) سبا سے ایک پکی خبر لایا تھا۔

آیت پر غور کرو ایک معمولی چڑیا حضرت سلیمان سے کہتی ہے کس سے کہتی ہے اس سے کہتی ہے جسے اللہ نے نبوت سے نوازا تھا حکمت سے نوازا تھا۔ اس سے کہتی ہے جس کی بابت سفر ملوک کا مؤلف ہم کو خبر دیتا ہے۔

اور خدا نے سلیمان کو حکمت دی تھی اور بہت زیادہ دانائی دی تھی اور دل کی وسعت دی تھی
اتنی زیادہ جیسے سمندر کے کنارے کی ریت۔ سلیمان کی حکمت سارے بنی قدم کی حکمت سے
اور اہل مصر کی دانائی سے زیادہ تھی۔ وہ سارے بنی آدم سے زیادہ دانا تھا ایتان اندحی

اور ہیمان اور کلکول اور دردع سے بھی جو بنی محول سے تھا زیادہ دانشمند تھا۔ اور اُس کی تمام قوموں میں مشہور ہو گیا تھا۔ اس نے تین ہزار مثلیں کہیں۔ ایک ہزار پانچ شعر کہے سرو کے درخت سے لیکر اس زوفہ تک جو دیواروں پر اگتا ہے نباتات کے حال بیان کئے چوپایوں، پرندوں، کیڑوں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا اور تمام اقوام میں سے اور بادشاہوں کی سے جن لوگوں تک اس کی دانش کا شہرہ پہنچا تھا۔ لوگ اس کی حکمت کو سننے آیا کرتے تھے۔

(اول ملوک ۴: ۲۹ تا ۳۴)

اس عظیم الشان نبی حکیم اور مصنف سے ایک حقیر چڑیا کہتی ہے۔ کیا کہتی ہے؟ کہتی ہے اور دلیری کے ساتھ کہتی ہے "مجھے خوب معلوم ہے جو آپ کو خوب نہیں معلوم" چڑیا کے اس قول کی خدا نے تردید نہیں کی۔ حضرت سلیمان نے اس کو بے ادبی نہیں قرار دیا۔ انسان کتنا ہی زیادہ علم رکھتا ہو اس کا دماغ پورا برٹش میوزیم ہو تب بھی بعض امور میں اس کا علم معمولی چڑیوں سے بھی فروتر ہے مسجدوں میں خدا کی بزرگیاں اور قدرتیں بیان کرنے کی بجائے اور اللہ اور اس کے فرامین سنانے کی جگہ گلے کی رگیں پھلا پھلا کر حضرت رسول خدا کو اور بطفیل ان کے اولیاء اللہ کو علمائے غیب ثابت کرنے والے واعظین کرام یہ یاد رکھیں تو بے جا نہ ہوگا کہ ایک خاص بات کی ہدہد کو تو خبر تھی۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے باخبر نہ تھے۔

حضرت داؤد اور سلیمان کہا کرتے تھے کہ سب تعریف اللہ کے لئے جس نے ہم کو اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ہے۔ اور یہ اس بنا پر کہتے تھے کہ اللہ نے ان کو ایک خاص علم سے نوازا تھا۔ یہ بات انہوں نے خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے کہی تھی۔ علم پر ناز کرتے ہوئے نہیں کہی تھی۔ دوسرے مومنوں کی توہین کے لئے نہیں کہی تھی۔ پھر بھی عبارت ایسی تھی جس سے ناز کا پہلو نکلتا ہے اسی لئے خدا نے ہدہد کے اس قول کو دہرایا کہ "مجھے جو معلوم ہے وہ آپ کو معلوم نہیں" ورنہ محل کے مطابق صرف اس قدر قول کو دہرانا کافی تھا کہ جو خبر میں لایا ہوں وہ وادی نمل سے متعلق نہیں بلکہ ارض سبا سے متعلق ہے وہ خبر ایک یقینی خبر ہے اس میں جھوٹ ہونے کا کوئی شائبہ نہیں۔

سبا سبا کا ذکر ایک اور سورہ میں آیا ہے اور اس کا یہی نام ہے اور اس کا یہی نام ہے۔ ترتیب تلاوت میں سورہ نمل مقدم ہے۔ مضمون کی تاریخی ترتیب کے لحاظ سے بھی سورہ نمل کو تقدم حاصل ہے۔ لیکن ترتیب نزول کے لحاظ سے سورۂ سبا جو کہ ۳۴ واں سورہ ہے اس سے مقدم ہے۔ ان دونوں کو سامنے رکھنے کے بعد تاریخ سبا کو ہم حسب ذیل امور میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) سبا عبد شمس — آفتاب پرست اہل سبا کا زمانہ ——— عہد سلیمان پر ختم

(۲) سبا عبد الرحمن — خدا پرست اہل سبا کا دور ——— حضرت سلیمان کے بعد کچھ عرصہ تک

(۳) گمراہ سبا — چاند پوجنے والے سبا کا زمانہ جو کہ خود کو ولد المقہ چاند کی اولاد کہتے تھے۔

(۴) تمزق سبا — اس عہد کا حال سورہ سبا میں مذکور ہے

(۵) مذیقیا — عہد پراگندگی۔

قرآن مجید کو صرف دوسرے اور چوتھے عہد سے بحث ہے۔ سبا کی تاریخ سے متعلق ہم کو جو کچھ بیان کرنا ہے وہ سورہ سبا کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ اس وقت صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ مورخین کے نزدیک سبا ایک نسل کا نام ہے اور یہ قابل بحث امر ہے۔ قرآن میں سبا ایک خاص بلدہ طیبہ میں بسنے والوں کا نام ہے اور اس بلدہ طیبہ سے مراد شہر مارب ہے جس کا پورا حال سورۂ سبا کی تفسیر میں آئیگا

ہدہد نے یہ بتلانے کے بعد کہ میں وہ خبر سبا سے لایا تھا۔ یہ بھی کہا۔

انی وجدت امراۃ تملکھم واوتیت من کل شیٔ ولھا عرش عظیم

میں نے ان پر حکومت کرتی ہوئی ایک عورت کو پایا اور اسے ضرورت کی ہر شے سے کچھ نہ کچھ ملا ہے۔ اور اس (عورت) کے پاس بہت بڑا تخت ہے۔

سفر ملوک کے مولف نے ملکہ سبا اور حضرت سلیمان کی ملاقات کے تذکرہ کے بعد حضرت سلیمان کے تخت کا ذکر بھی کیا ہے اور اس تخت کا پور
حال بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ کسی سلطنت میں اس وقت تک ایسا تخت نہیں بنا تھا (اول ملوک ۱۰: تا ۲۰) لیکن قرآن پاک میں تخت سلیمان کا
کوئی ذکر نہیں ہے۔ جس تخت کا سفر ملوک کے مولف نے ذکر کیا ہے وہ ہاتھی دانت کا تخت تھا اور اس پر سونا منڈھا ہوا تھا۔ ہاتھی دانت
اور سونا ان چیزوں میں سے ہیں جو اوفیر یعنے ملکہ سبا کے دیس سے حضرت سلیمان نے منگوائی تھیں، اس لئے اگر واقعی حضرت سلیمان نے یہ تخت
بنوایا تھا تو اس واقعہ کے بعد بنوایا تھا جس کا ذکر اس سورہ میں ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ سفر ملوک کے اندر مذکور تخت سلیمان درحقیقت وہ
ملکہ سبا کا تخت ہو جس کو حضرت سلیمان نے ملکہ سبا کے پایہ تخت سے اٹھوا منگایا تھا۔ بہرحال قرآن مجید حضرت سلیمان کے تخت کا ذکر نہیں کر

عرش دراصل عریش سے ماخوذ ہے۔ انگور کی سیلیں جس مچان پر پھیلائی جاتی تھیں ان کو عریش کہتے تھے۔ جس کی جمع عُرش ہے۔ مکہ کے عرش
مشہور ہیں۔ مکہ کے مکانات عریش کی صورت کے ہوتے تھے۔ چند لکڑیاں زمین کے اندر گاڑ کر ستون کی طرح کھڑی کی جاتی تھیں اور ان لکڑیوں
کے اوپر چھپر باندھ کر گھاس پھونس سے اسے چھا دیا جاتا تھا۔ اس لئے مکہ والوں کے مکانات عرش کہلاتے تھے۔ اسی عریش سے عرش کا لفظ
جس کا مطلب تخت ہے، استعمال نے اس لفظ کو صرف شاہی تخت کے لئے مخصوص کر دیا۔ عرش عظیم کے معنے ہیں عظیم الشان تخت شاہی
ملکہ سبا کا تخت عظیم الشان تھا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ شان و شوکت والی حکومت رکھتی تھی۔ اس کا تخت ایک عظیم حکومت کا نشان تھا۔ کچھ
سورہ میں آگے چل کر خداوند قدوس کو العرش العظیم کا رب قرار دیا گیا ہے اس العرش العظیم اور ملکہ سبا کے عرش عظیم میں بڑا فرق ہے۔
ملکہ کا عرش انسان کی بنائی ہوئی ایک چیز تھا۔ بڑی شان والی شے تھا لیکن پھر بھی سڑ گل جانے والی شے تھا، ایک مٹ جانے والی حکومت کا
رمز تھا۔ ایک مادی چیز تھا، خدا کا عرش کوئی مادی شے نہیں۔ اس کی حکومت ازلی و ابدی اور عالمگیر اور نہ فنا ہونے والی حکومت ہے۔

توراۃ میں ہے کہ وَرُوحَ اِلوُھیمْ مِرْ حِفَتْ عَلْ فنی ھَیمْ (تکوین ۱: ۲) اور خدا کی روح پانیوں کی سطح پر تیرتی تھی اسی مطلب کو
عبرانی میں یوں ادا کیا گیا ہے اسی مطلب کو قرآن پاک میں یوں ادا کیا گیا ہے کہ وکان عرشہ علی الماء (اور اس کی فرمان روائی پانی پر تھی)
عرش رمز ہے فرمان روائی کا۔ اسی رمز فرمان روائی کا عبرانی نام روح ہے۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الروح کی حقیقت پوچھی
تو حکم نازل ہوا کہ قل الروح من امر ربی فرما دے کہ روح میرے پروردگار کا ایک حکم ہے۔ العرش العظیم کے معنے ہیں عظیم الشان حکو
یہاں العرش سے وہ چیز مراد نہیں ہے جسے تخت کہتے ہیں، چارپایوں میں چار پٹیاں ٹھونک کر اوپر تختے جڑنے سے مادی تخت بنتا ہے ملکہ
سبا کا عرش ایسا ہی تھا خدا کا عرش کیسا ہے؟ ائمہ حق کا جواب یہ ہے: ـ

العرش حق والاستواء حق والکیف مجھول والسوال بدعۃ

عرش حق ہے، استواء حق ہے، کیفیت معلوم نہیں اور سوال بدعت ہے۔

ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ لفظ عرش حکومت اور تدبیر امر کا رمز ہے اور استواء علی العرش کا مفاد تدبیر امر ہے خدا نے فرمایا
ثم استوی علی العرش یدبر الامر (یونس)
پھر جلوہ افروز ہوا تخت پر دہر کے کام کا انتظام کرنے کو

ہمارے مفسرین اور قصاصوں نے ملکہ سبا کے تخت کی بابت بڑے شاندار افسانے بیان کئے ہیں لیکن ان افسانوں کی بنیاد شاعرانہ
مبالغہ ہے۔ نہ تو روایت کی سند کسی عالم اہل کتاب تک پہنچتی ہے اور نہ کسی ایسے صحابی تک جس کے قول کی بابت یہ خیال کیا جا سکے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہوگا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

مرشما شرجع ما مبن باعما　　　　کللتہ بجوھی وفرید

وبدا تمّ قد قید وباقوت　　　　وبالتبر ایما تشیید

اس کا تخت اسّی باع طویل تھا جسے اس نے جواہرات اور موتی اور یاقوت اور چاندی سے آراستہ کیا تھا۔

ملکہ سبا کے عرش کا عظیم ہونا یقیناً اس کے سلطنت کے عظیم ہونے کا رمز تھا لیکن اس کی عظمت اس کی ساخت میں بھی مضمر تھی جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ میرے خیال میں جبل کے اندر جس تخت سلیمانی کا ذکر ہے وہ یہی تخت تھا۔ اور اس کی نظیر دنیا میں کہیں اور نہ تھی ——

ہدہد نے یہ خبر دینے کے بعد کہ ملکہ کو اللہ نے ضرورت کی ہر شے اور ایک عرش عظیم عطا کیا ہے یہ بھی کہا کہ

وجدتھا وقومھا یسجدون للشمس من دون اللہ

میں نے اس کو اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔

ہدہد کا قول یہاں تک ختم ہو گیا۔ اس کے بعد مزید توضیح کے لیے خدا فرماتا ہے۔

وزین لھم الشیطٰن اعمالھم فصدھم عن السبیل فھم لایھتدون ۝ الّا یسجدوا للہ الذی یخرج الخبء فی السمٰوٰت والارض ویعلم ما تخفون وما تعلنون ۝ اللہ لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم ۝

اور خوش نما بنا دیا ہے شیطان نے ان کے لئے ان کے کاموں کو اس طرح ان کو راہ سے روک لیا ہے۔ سو وہ ہدایت قبول نہیں کرتے کیوں کہ وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے۔ جو آسمانوں اور زمین کے اندر پوشیدہ کو باہر نکالتا ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

ماتخفون اور وما تعلنون کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو اللہ کو سجدہ کرنے کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے تھے۔ ہدہد یہ بات حضرت سلیمان اور ان کے صحابہ سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس لئے "وزین" سے لے کر العظیم تک خدا کا جملہ معترضہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

الا یسجدوا کی دو قرأتیں ہیں ایک تو ہماری معروف قرأت لام کی تشدید کے ساتھ الّا ہے دوسری الا ہے زمخشری نے نحو کی کتاب مفصل میں اس دوسری قرأت کو ترجیح دی ہے۔ اس قرأت کے مطابق الا تو صرف تنبیہ ہے جس کا ترجمہ دیکھو یا جان رکھو کیا جاسکتا ہے اور یسجدوا کو حرف ندا یا بحذف منادا اور اسجدوا صیغۂ امر خیال کیا جاتا ہے۔ زمخشری نے حذف منادی کی نظیر کے طور پر پیش کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اے لوگو! اللہ کو سجدہ کرو۔ الّا بتشدید پڑھنے کی صورت میں یہ مجموعہ ہے ان حرف ناصب اور لا حرف نفی کا۔ اس صورت میں ان صرف توجیہہ ہے یعنی بان کے معنی دیتا ہے اور اس کی نظیر قرآن میں کئی ایک ہیں۔ مثال کے لئے دو آیتیں پیش کرنا کافی ہے۔

الم۔ کیا لوگوں نے گمان کر لیا ہے کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے محض یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم ایمان لائے اور انہیں آزمایا نہ جائے

الٓمّٓ ۝ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لایفتنون (عنکبوت ۱ و ۲)

تیور بدل لئے اور منہ پھیر لیا کیوں کہ اس کے پاس اندھا آیا

عبس وتولّٰی ۝ ان جاءہ الاعمٰی (عبس ۱ و ۲)

جس طرح سے ان آیتوں میں "ان" حرف توجیہ ہے اسی طرح سے سورہ نمل کی زیر بحث آیت میں بھی لا (ان + لا) حرف توجیہ ہے آفتاب پرست لوگ سورج کو اس دلیل سے پوجتے تھے کہ وہ سرچشمۂ نور ہے۔ آسمان اور زمین میں روپوش چیز کو وہی باہر نکالتا ہے۔ زمین سے نباتات اگاتا ہے۔ چشمے ابالتا ہے اور آنکھوں کے سامنے سے تاریکی کا پردہ اٹھا دیتا ہے اور وہ چیزیں نظر آنے لگتی ہیں جو اس کے بغیر نظر نہیں آسکتیں۔ خدا نے ان آیتوں میں بتایا کہ آسمانوں اور زمین میں جو پوشیدہ ہے اسے اللہ باہر نکالتا ہے۔ نباتات کو اگانا، چشموں کو ابالنا، تاریکی کو دور کرنا، چیزوں کو روشنی میں لانا خدا کا کام ہے سورج تو اس کا ایک چاکر ہے۔ سورج تمہارے اعمال سے ناواقف ہے۔ وہ کچھ نہیں جانتا۔ اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ عرب کے آفتاب پرستوں کا پورا عقیدہ نہیں معلوم لیکن مصر، بابل، ایران اور ہندوستان کے آفتاب پرست سورج کے لئے ایک تخت بھی فرض کرتے ہیں جو ایک رتھ یا ایک کشتی پر رکھا ہے اور رتھ یا کشتی پر سوار یہ دیوتا کائنات کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔ اس عقیدے کی تردید کے طور پر فرمایا کہ عرش عظیم کا مالک تو اللہ ہے۔ سورج کو نہ کوئی حکومت حاصل ہے نہ اس کے پاس کوئی عرش ہے اور نہ تدابیر امر کی قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے سورج کے بجائے خدا ہی کو سجدہ کرنا چاہیے۔

ہدہد کا جواب سننے کے بعد حضرت سلیمان نے اس کی بات بغیر تردد کے صحیح نہیں مان لی بلکہ۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ۔

کہا (سلیمان) نے ہم دیکھیں گے کہ تو سچ بولتا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔ لے جا میرا نوشتہ پھر ڈال دے اسے ان کے پاس پھر ان کے پاس سے ہٹ جا پھر دیکھ وہ کیا سوال جواب کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدہد کے فرائض میں نامہ بر کبوتر کا کام بھی داخل ہوتا۔ حضرت سلیمانؑ اس سے کہا کہ پس دیکھ وہ کیا سوال جواب کرتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہدہد کے متعلق یہ فریضہ بھی تھا کہ ملکہ کے دربار میں جو بحثیں ہوں ان کا خلاصہ بھی آپ کو بتائے۔ اگر ہدہد ان چڑیوں میں سے تھا جو انسانی جملوں کو دہرا سکتے ہیں تو بات زیادہ پریشان کن نہیں ہے لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہدہد نے انسانی جملوں کو دہرانے کی بجائے اپنی بولی میں دربار کی گفت و شنید سنائی ہو۔ ہدہد نے حضرت سلیمان کا نامۂ اقدس ملکہ کی گود میں ڈال دیا۔ ملکۂ سبا نے اپنے درباریوں کو جمع کیا اور

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ۝

کہنے لگی کہ اے سردار! میرے پاس ایک باوقعت نوشتہ ڈالا گیا ہے اور وہ سلیمان کا نوشتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ "اللہ کے نام سے جو رحمان ہے، رحیم ہے۔ یہ کہ مجھ سے سرتابی نہ کرو اور تابع فرماں ہو کر میرے پاس آجاؤ" کہنے لگی اے سردارو مجھے میرے معاملہ میں مشورہ دو۔ (جانتے ہو کہ) جب تک تم لوگ میرے شاہد نہ بن جاؤ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی۔

حضرت سلیمان کے زمانہ کی سبائی تحریریں ابھی تک نہیں ملی ہیں۔ زمانہ مابعد کی تحریریں دستیاب ہوئی ہیں ان تحریروں سے نہیں معلوم ہوتا کہ سبا کا انداز حکومت باہمی مشورہ پر مبنی تھا۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی اہم معاملہ کو طے کرنے سے پہلے بادشاہ اپنی مجلس شوریٰ سے رائے لیا کرتا تھا لیکن وادی نمل یعنے ریاست قتبان کے باشندوں کا طرز حکومت اسی قسم کا تھا

افسوس ہے کہ جنوبی ہند کے کتبے میرے سامنے نہیں ہیں اور کراچی کے کتب خانے اس باب میں بالکل نادار ہیں۔ عراق کے ایک عالم ڈاکٹر جواد علی نے پانچ جلدوں میں تاریخ عرب قبل اسلام لکھی ہے ——————— کے کتب خانے میں اس کی آخری چار جلدیں موجود ہیں۔ پہلی جلد موجود نہیں ہے۔ جنوبی ہند میں معین، قتبان، اوسان، سبا، حضر موت کی ریاستیں قدیم زمانے میں گذری ہیں۔ پہلی جلد میں غالباً معین کے حالات ہیں۔ دوسری جلد میں باقی ریاستوں پر تبصرہ کیا ہے۔ افسوس ہے کہ انھوں نے بہت کم کتبات کی پوری عبارتیں نقل کی ہیں، عبارتیں نقل کئے بغیر کتبات پر بحث کرتے ہیں۔ بعض کتبات جن پر انھوں نے بحثیں کی ہیں میری نظر سے گذر چکے ہیں بعض کی نقلیں میں نے لکھ رکھی ہیں ان کا مقابلہ ظاہر کرتا ہے کہ مولف نے خود کتبوں کو نہیں پڑھا ہے۔ یوروپین نقادوں اور پادریوں پر بے تحقیق اعتماد کرکے بحثیں کرتے چلے جاتے ہیں۔ شاہان قتبان میں ایک "یدع اب ذبیان بن شہر" گذرا ہے، اس کے زمانے کی بابت وثوق سے صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ۱۱۵۰ ق۔م سے مدتوں پہلے گذرا۔ اس کے ایک اہم کتبے کا مولف نے جن الفاظ میں ذکر کیا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"یدع اب ذبیان بن شہر نے ایک اہم نوشتہ چھوڑا ہے۔ اس کے زمانہ میں قتبان کے اندر سزاؤں کا جو قوانین مستعمل تھے ان میں سے ایک قانون اس تحریر میں ہے۔ یہ قانون بادشاہ کے نام سے صادر ہوا۔ اس میں شاہی نام کے بعد مشود کا ذکر آیا ہے۔ مشود سے مراد وہ مجلس ہے جس میں مملکت رؤسا اور مشائخ اور ارکان جمع ہو کر معاملات کا فیصلہ کرتے تھے قوانین بناتے تھے، جنگوں کی بابت انتظام کرتے تھے۔ اعمال کو نافذ کرتے تھے۔ اس لئے وہ شاہی مجلس اور شہری مجلس تھی اور اس کا مرکز پایہ تخت تمنع میں تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اور شہروں میں بھی معاملات کے فیصلے کے لئے دوسری مجلسیں تھیں۔

اس قانون میں قتل کی سزائیں مذکور ہیں۔ اس میں مذکور ہے کہ قاتل کو قتل کی سزا دی جائے گی اگر قتل قبیلہ قتبان یا دوسرے قبائل میں واقع ہو، یا تمنع اور وعلان اور ذبرم کے قانون میں منصوص دوسری سزائیں دی جائے گی۔ اور ایسا ان احکام کے موافق ہوگا جن کو بادشاہ اس قانون کے احکام کے مطابق جاری کرے گا۔ اور اس میں جرائم کی بابت بحث کی گئی ہے اور ایسے شخص کی بابت جس نے کسی ایسے مجرم کو قتل کر دیا جس کے خلاف موت کا حکم ہو چکا ہے اور ایسے قبیلہ اور موضع کی بابت احکام ہیں جس کے اندر قتل واقع ہو مگر قاتل کا پتہ نہیں چلتا"

بادشاہ نے غوث ال کے سال میں بماہ ذی سات اس قانون کو صادر کیا اور اس کی موافقت اور اعیان و رؤسا کی ایک جماعت نے اس پر اپنی شہادتیں ثبت کیں۔ اور ان شاہدوں کے اور ان کے خاندانوں اور قبائل کے اسماء نوشتے میں درج ہیں۔ (کتاب مذکور ج ۲ ص۲۰)